پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے منسوب گورنر مصر کے نام جعلی خط

گورنر مصر کے نام لکھا گیا مفروضہ خط حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر نہ صرف سنگین ترین الزام ہے بلکہ اس کے ردِعمل میں کوفہ، بصرہ اور اور مصر کے بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا دوبارہ محاصرہ کرنے کے علاوہ ان کے خون سے اپنے ہاتھ بھی رنگین کیے، اس خط کا اس قدر چرچا کیا گیا کہ بعض ممتاز علماءِ اہل سنت بھی اس جعلی اور فرضی خط کو ''اصلی وحقیقی'' تصور کر بیٹھے۔

چنانچہ حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''غرض مروان کے اندر حکومت کی طمع اور فتنہ پردازی اس قدر تھی کہ ٹھکانہ نہیں ہے۔ اسی نے حضرت محمد بن ابی بکر (یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صرف تین ماہ کے بچے تھے جبکہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت آٹھ سال تھی) کے لیے بجائے ''فاقبلوہ'' کے ''فاقتلوہ'' لکھ دیا تھا۔'' (انوار الباری، جلد:۱۶،ص:۳۳۷)

حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''اور اسی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک جھوٹا خط عامل مصر ابن ابی سرح کے نام لکھا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر بھی بغیر ان کی اجازت کے لگادی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے اونٹ پر ان کے ہی غلام یا کسی دوسرے کو بٹھا کر مصر کو خط روانہ کر دیا کہ جتنے لوگ مصر سے شکایات لے کر مدینہ آئے ہیں جب وہ مصر پہنچیں تو ان سب کو فلاں فلاں طریقہ پر قتل کر دینا وہ خط راستہ میں پکڑا گیا اور اس کو لے کر مصری وفد واپس آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: آپ نے ایسا خط لکھا ہے؟ انھوں نے حلف اٹھایا کہ میں نے ہرگز ایسا خط نہیں لکھا نہ میرے امر وعلم سے لکھا گیا۔ اس پر سارے بلوائیوں نے متفقہ طور پر مطالبہ کیا کہ یا تو مروان کو ہمارے سپرد کریں تا کہ ہم اس سے پوری تحقیق کر کے اس کا تدارک کرائیں یا آپ اپنے آپ کو معزول کرلیں۔ ورنہ تیسری صورت آخری یہ ہے کہ آپ خود شہید ہو جائیں گے''

[انوار الباری جلد ۱۷،ص ۱۹۲،۱۹۳]

امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''خط پہچانا گیا تو معلوم ہوا کہ مروان کا لکھا ہوا ہے۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مروان کو دینے سے انکار کر دیا۔ مروان ان کا قریبی رشتہ دار تھا ان کی مروت نے گوارا نہ کیا کہ مروان کو اپنے اختیار سے ایذاء پہنچائیں''۔

[خلفائے راشدینؓ،ص ۱۹۷]

ان دونوں اقتباسات کا تاثر یہ ہے کہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ اس سازش کے بلاشبہ مرتکب تھے۔ حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے بقول حضرت مروان نے صرف محمد بن ابی بکر کے قتل کا حکم دیا تھا جبکہ حضرت مولانا بجنوری علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق یہ حکم صرف محمد بن ابی بکر تک منحصر نہ تھا بلکہ ان سمیت مصر کے باغی قافلے کے تمام ارکان کو قتل کرنے کی ہدایات بھی دی گئی تھیں۔ مزید برآں طریقۂ قتل بھی بتایا گیا۔ لیکن بزرگ بلوائیوں کے مطالبے کی قانونی اور شرعی حیثیت پر روشنی نہیں ڈالتے۔ کیا کسی ''ملزم'' کو ''تحقیق وتفتیش'' کے لیے سلطنت وخلافت کے باغیوں کے سپرد کیا جاسکتا ہے؟

قاضی ابوبکر ابن العربی لکھتے ہیں کہ:

''اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مروان کو ان کے سپرد کرتے تو آپ ظلم کرتے۔ اس کی صحیح صورت یہ تھی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مروان یا اور کسی پر مقدمہ دائر کرتے۔ اگر ان کا جرم ثابت ہوجاتا تو آپ حکم نافذ کرتے اور اس سے حق لیتے لیکن ایسا حق کوئی برآمد نہ ہوا۔'' [العواصم من القواصم، اردو، ص۱۹۴، ۱۹۵]

اگر حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے ہی گورنر مصر کے نام خط لکھا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے متفقہ مطالبے کو مسترد کردیا تھا تو پھر سوال یہ ہے کہ جنگ جمل میں جب حضرت مروان رضی اللہ عنہ گرفتار ہوگئے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سفارش پر انھیں رہا کیوں فرمایا تھا؟

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس ''خط'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''پھر مصریوں کا وفد خوش ہوکر واپس ہوگیا۔ پھر اس دوران میں کہ وہ ابھی راستہ ہی میں تھا تو دیکھا گیا کہ اونٹ سوار کبھی ان سے مل جاتا ہے کبھی جدا ہوجاتا ہے۔ پھر ان کی طرف لوٹ کر آتا ہے، پھر جدا ہوجاتا ہے اور ان کو گالیاں بھی دیتا ہے (ویسبھم) تو ان لوگوں نے اس سے کہا کہ یقیناً تیرا کوئی خاص کام ہے۔ بتا کہ تیرا معاملہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں امیر المومنین کا ایلچی ہوں اس کے مصر کے عامل کی طرف تو انھوں نے اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس سے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھا ہوا ایک خط برآمد ہوا عامل مصر کے نام جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر لگی ہوئی تھی کہ وہ ان کو قتل کردے یا ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو کاٹ دے۔ تو پھر ان لوگوں نے مدینہ کا رخ کیا یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے اور علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: کیا تم نے اس دشمن خدا (عثمان رضی اللہ عنہ) کو نہیں دیکھا کہ اس نے ہمارے لیے ایسا اور ایسا حکم لکھا ہے۔ واللہ اب اس کا خون ہم پر حلال کردیا گیا تو ہم اس کی طرف لوٹ کر آئے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں واللہ میں تمہارے ساتھ نہیں کھڑا ہوں گا تو انھوں نے کہا کہ پھر آپ نے ہمیں کیوں لکھا تھا؟ تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم میں نے تمھیں کبھی کوئی خط نہیں لکھا۔ (راوی نے کہا کہ) یہ سن کر

ان کے بعض نے بعض کی طرف دیکھا کہ کیا اسی کے لیے تم قتال کرو گے؟ یا اسی کے لیے تم جماعت بنے ہو؟ اور علی رضی اللہ عنہ چل کھڑے ہوئے ۔ پھر مدینہ سے ایک قریہ کی طرف نکل گئے ۔

پھر یہ لوگ چلے کہ یہاں تک عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ تم نے ہمارے بارے میں ایسا اور ایسا لکھا۔تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اب تو صرف دو ہی باتیں ہیں کہ تم میرے مقابلہ پر دو گواہ مسلمانوں میں سے لاؤ یا میں قسم کھاؤں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ میں نے خود لکھا اور نہ املاء کرایا اور یہ بات تم جانتے ہو کہ خط دوسرے کی طرف سے (یعنی جعلی طور پر) لکھا جا سکتا ہے اور مہر بھی دوسری مہر کے مطابق بنائی جا سکتی ہے۔اس پر انھوں نے ان سے کہا کہ خدا کی قسم: اللہ نے تمہارا خون حلال کر دیا اور انھوں نے وہ عہد و میثاق توڑ دیا۔''

[ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء مترجم جلد۳،ص۳۶۴،۳۶۵]

خط میں بیان کردہ قاصد کی ڈرامہ بازی اور اداکاری کے جو مناظر سامنے آئے ہیں وہ خود اس خط کے جعلی اور نقلی ہونے کا واضح ثبوت ہیں۔

بلوائیوں نے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جعلی خط لکھا وہیں انھوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے بھی مختلف اطراف میں جعلی خطوط روانہ کیے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف جو باتیں گھڑی گئیں علامہ محمود آلوسی ان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''کذب لاأصل لہ وھو من مفتریات ابن قتیبۃ و ابن اعثم الکوفی و السمساطی و کانوا مشھورین بالکذب و الافتراء.'' [تفسیر روح المعانی جلد۲۲،ص۱۱]

یہ سب جھوٹ ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔یہ ابن قتیبہ،ابن اعثم کوفی اور سمساطی جو مشہور کذاب اور مفتری تھے ان کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔سخت تعجب ہے کہ بلوائیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی قسموں پر یقین کر لیا کہ ہم نے آپ کی طرف کوئی خط نہیں لکھا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملے میں نہ کوئی گواہی پیش کی اور نہ ہی ان کی قسم پر اعتبار کیا۔

خط میں افسانہ تو یہ تراشا گیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گورنر مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (خط میں نام کی تصریح موجود ہے۔ملاحظہ ہو: الطبری جلد۵،ص۱۲۰) کے نام اس مضمون کا خط ''**اذاجاء کم محمد بن بن ابی بکر فاقبلوہ**'' (اُوفاقتلوہ) لکھا یا لکھوایا تھا جبکہ خط میں گورنر کا نام ہی اس کے جعلی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے

کیونکہ گورنر موصوف مصر میں موجود ہی نہیں تھے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اجازت سے مدینہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ ان کے مصر سے چلے آنے کے بعد بلوائیوں کے زبردست حامی محمد بن ابی حذیفہ نے مصر کی حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔ ایسی صورت حال میں خلیفہ یا ان کا سیکرٹری گورنر مصر کے نام کیوں کر خط لکھ سکتے تھے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا گیا کہ انھوں نے گورنر کے نام خط میں محمد بن ابی بکر کے ''قتل'' کا حکم دیا تھا۔ اس الزام کی تردید کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ہر وہ شخص جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محمد بن ابی بکر اور ان جیسے آدمیوں کے قتل کا حکم دینے والے نہیں تھے اور نہ ہی آپ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے باغیوں میں سے کسی کو قتل کیا ہو یا قتل کا حکم دیا ہو حالانکہ ان باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی کوشش کی (جس میں وہ کامیاب بھی ہوئے) اور محمد بن ابی بکر بھی دوسرے باغیوں کے ہمراہ ان کے مکان میں گھس آئے تھے اور آپ بطور دفاع بھی ان باغیوں سے لڑنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ پھر غور کرو کہ آپ ایک ناکردہ گناہ آدمی کے قتل کا حکم کیسے دے سکتے تھے؟ یہ ناممکن ہے۔ [منہاج السنۃ، الجزء الثالث ص ۱۸۸، طبع بیروت]

اس خط کے جعلی ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ:

اگر اس خط میں محمد بن ابی بکر کے قتل کا حکم ہوتا تو محمد بن ابی بکر کے لیے ایک مرتبہ اس کے اظہار کا ایک اچھا موقع ہاتھ آیا تھا مگر انھوں نے اس کا اشارتاً بھی ذکر نہ کیا۔

جب محمد بن ابی بکر دیگر بلوائیوں کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے ارادہ سے ان کے گھر میں داخل ہوئے اور ان کی داڑھی سے پکڑ کر انھیں کھینچا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ جملہ ادا فرمایا کہ:

''اگر آج آپ کے والد زندہ ہوتے تو وہ آپ کے اس عمل پر کیا کہتے؟'' یہ سن کر محمد ابن ابی بکر پیچھے ہٹ گئے۔

اگر گورنر مصر کے نام خط میں محمد بن ابی بکر کے قتل کا حکم ہوتا تو وہ یقیناً اس موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ جواب دیتے کہ:

''اگر آج میرے والد زندہ ہوتے تو وہ میرے قتل کا حکم صادر کرنے پر آپ کو کیا کہتے؟'' محمد بن ابی بکر کا اس موقع پر پیچھے ہٹ جانا اور جواب نہ دینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ سارا قصہ بعد میں تراشا گیا یا پھر اس خط میں قتل وغیرہ کا کوئی حکم نہ تھا۔

خط کی کہانی سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ خط گورنر تک نہیں پہنچا بلکہ راستے میں ہی قاصد نے اپنے احمقانہ

اور مشکوک کردار و حرکات سے خود کو گرفتار کرا لیا۔ سوال یہ ہے کہ خط کھولنے والے کون لوگ تھے؟ کن حضرات کے سامنے کھولا گیا؟ مہر کس نے توڑی؟ کیا وہ فی الواقع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کی مہر تھی؟ کیا یہ وہ مہر تو نہ تھی جو ۳۰ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک کنوئیں میں گر گئی تھی اور تلاشی کے باوجود نہ مل سکی؟

اگر بالفرض اس خط میں ''فاقبلوہ'' کے بجائے ''فاقتلوہ'' کے الفاظ لکھے بھی گئے ہوں تو ان کے لکھنے والے حضرت مروان رضی اللہ عنہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ یہ ''اضافہ'' ان لوگوں کا ہی ہو سکتا تھا جنھوں نے خط کھولا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں بلوائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے استفسار پر نہ ''گواہ'' پیش کر سکے اور نہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہ کا ''حلف'' تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوئے۔ تاریخ میں ان دونوں حضرات کے ''حلف'' کی تصریح پائی جاتی ہے:

''وحلف عثمان علی ذالک ......فحلف مروان......''

[مقدمہ ابن خلدون۔ الفصل، الثلاثون فی ولایۃ العہد ص ۲۱۵]

جعلی خط کی منصوبہ بندی عبداللہ بن سبا، اشتر نخعی اور حُکیم بن جبلہ نے کی تھی اور اس سے ان کا مقصد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حمایت حاصل کرنا تھا کہ جب ان کے علم میں یہ بات آئے گی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے بھائی کے قتل کا حکم جاری کیا تھا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو جائیں گی۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خواہش کے عین مطابق اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سمجھانے پر بلوائی واپس اپنے اپنے شہروں کو روانہ ہو گئے اور فتنہ فرو ہو گیا تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت مروان رضی اللہ عنہ اس قسم کا خط لکھیں کیونکہ اس کا مقصد تو ایک نیا فتنہ کھڑا کرنا تھا جس میں ان حضرات کا نہ کوئی ذاتی مفاد تھا اور نہ ہی کوئی مصلحت۔

اس کے برعکس اس نئے فتنہ کے ساتھ بلوئیوں اور فتنہ پرور لوگوں کا مفاد وابستہ تھا جن میں اشتر نخعی اور حکیم بن جبلہ سرفہرست تھے۔ یہ دونوں حضرات اپنے شہروں کو واپس جانے کے بجائے اسی مقصد کے لیے مدینہ میں ہی ٹھہر گئے تھے (طبری، جلد ۵، ص ۱۲۰) اور بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی طرف سے جعلی خط تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

جن تاریخی روایات میں خط کی سازش کا انکشاف کے بعد ''مہر، اونٹ اور غلام'' کا تذکرہ پایا جاتا ہے تو یہ سب مرسل روایات ہیں۔ ان کے بیان کرنے والوں کا کوئی اتہ پتہ نہیں ہے کہ وہ کون لوگ ہیں؟ یا پھر وہ لوگ ہیں جن کی امانت، عدالت اور صداقت میں طعن کیا گیا ہے نیز یہ روایات جھوٹی لغو اور باطل ہیں۔

پھر خط کے مضمون کے متعلق بھی روایات میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ:

جب عبدالرحمٰن بن عدیس تمہارے پاس آئے تو اس کو سو کوڑے لگاؤ اور اس کا سر اور داڑھی مونڈھ دو اور اسے قید خانہ میں بند کردو اور پھر میرے دوسرے حکم کا انتظار کرو نیز عمرو بن حمق اور سودان بن حمران اور عروہ بن نباع سے بھی یہی سلوک کرو۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

جب محمد ابن ابی بکر اور فلاں فلاں آدمی تمہارے پاس آئیں تو ان کو قتل کردو اور ان کے پاس جو حکم نامہ ہے اس کی پرواہ نہ کرو اور اپنے عہدہ پر قائم رہو جب تک میرا دوسرا حکم نہ پہنچے۔

جبکہ تیسری روایت کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ:

ان کو قتل کرو، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹو اور انھیں صلیب پر لٹکا دو، ایک ہی خط کے اضطراب سے بھرپور یہ مختلف مضامین خط کے جعلی ہونے کے لیے کافی ثبوت ہیں اس کے علاوہ یہ بات بھی خط کا جعلی ہونا ثابت کرتی ہے کہ:

مفسدوں، باغیوں اور بلوائیوں کے قافلے مختلف اطراف مشرق و مغرب میں جانے کی وجہ سے ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر تھے لیکن حیرت انگیز طور پر یہ سب قافلے جب مدینہ میں ایک ہی وقت پر پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا:

اے کوفہ اور بصرہ والو! تمہیں کیسے معلوم ہوگیا کہ مصری لوگوں کو ایک خط ملا ہے حالانکہ تم کئی منزل دور جا چکے تھے اور پھر تم واپس بھی آگئے اللہ کی قسم یہ پروگرام مدینہ میں مرتب ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اشارہ اشتر نخعی اور حکیم بن جبلہ کی طرف تھا جو مدینہ میں پیچھے رہ گئے تھے اور یہی وہ دو آدمی تھے جنھوں نے سازش تیار کی تھی۔

عراقی بلوائیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جواب دیا کہ:

اس معاملہ کو آپ جانے دیں ہمیں اس آدمی (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) کی ضرورت نہیں یہ ہم سے الگ ہوجائے۔ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ خط کا قصہ سب جھوٹا تھا اور ان کی سب سے پہلی اور آخری غرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا اور آپ کو قتل کرنا تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے حرام قرار دیا تھا۔

مؤرخ طبری لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بلوائیوں میں یہ سوال و جواب تمام روایتوں میں پایا جاتا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے خط لکھا اور پھر بلوائیوں کو بھی خط لکھا کہ تم مدینہ واپس آجاؤ۔ ان ہی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے ان بلوئیوں کی طرف بھی خط لکھا کہ تم مدینہ آجاؤ۔

[ملاحظہ ہو: تاریخ الطبری جلد ۵، ص ۱۰۸]

سلیمان بن مہران (اعمش) کہتے ہیں کہ:

اے اس موجودہ دور کے مسلمانو! سن لو! جن مجرم ہاتھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے نام سے جھوٹے خط لکھے ان ہی لوگوں نے یہ سارا منصوبہ تیار کیا تھا اور یہ سارا فساد بپا کیا تھا اور ان ہی لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے گورنر مصر کے نام ایسے وقت میں خط لکھا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ مصر میں ان کا اس وقت کوئی عامل نہیں ہے اور وہ جھوٹے خط جن قلموں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے لکھے ان ہی قلموں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے بھی خط لکھے۔

یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کہ فتنہ پرور لوگ مدینہ واپس آجائیں حالانکہ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کے صحیح تسلیم کر کے واپس جا چکے تھے اور جو کچھ ان کے نام سے لکھا گیا وہ سب جھوٹ تھا اور امیر المؤمنین تو وہی کام کرتے تھے جو حق اور بھلائی پر مبنی ہوتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) جنھیں جنت کی بشارت سنائی گئی تھی ایسے آدمی نہ تھے کہ وہ ایسے جرائم کا ارتقاب کرتے جن کو سبائی لوگ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں بلکہ ان کی نگاہ میں تو اسلام بھی مجرم تھا۔ اور وہ اسلامی نسلیں جن کو اب اپنی خالص اور صاف و پاک تاریخ محرف اور گدلی ہو کر ملی وہ اسی خبیث یہودی (ابن سبا) کا کارنامہ ہے اور پھر اس کے بعد اس کے کینہ پرور ساتھیوں کا جو خواہشات کے پیرو ہیں۔

کیا اسلامی نسلوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ وہ اپنی صحیح تاریخ اور اپنے بڑوں کی سیرت کو پہچانیں؟ بلکہ کیا اس دور میں لکھنے والے مؤلفین و مصنفین اور مقالہ نگاروں کے لیے وقت نہیں آیا کہ اللہ سے ڈریں اور بغیر تحقیق و تدقین کے نیک و پرہیزگار لوگوں کو متہم کرنے کی جرأت نہ کریں؟ تاکہ وہ بھی اس غلطی کے مرتکب نہ ہوں جس کے دوسرے مرتکب ہوئے ہیں۔ [العواصم من القواصم اردو، ص ۲۱۸، ۲۲۰]

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ یہ خط ہی سراسر جعلی اور جھوٹ پر مبنی تھا جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ نیز ان باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے صرف یہی ایک منحوس و جعلی خط نہیں لکھا تھا بلکہ اسی طرح کے بہت سے خطوط حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے نام سے بھی لکھے تھے جن کا ان حضرات نے صاف طور پر اسی وقت انکار کر دیا تھا۔

تعجب ہے کہ حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید احمد رضا بجنوری اور مولانا عبدالشکور لکھنوی وغیرہم جیسے جبال علم نے بھی اس جعلی خط کو صحیح سمجھ کر حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو اس کا ذمہ دار سمجھ لیا کہ انھوں نے

''اذاجاء کم محمد بن ابی بکر فاقبلوہ'' کو ''اذا جاء کم محمد بن ابی بکر فاقتلوہ'' سے بدل دیا تھا۔

اگر خط میں ''فاقبلوہ/فاقتلوہ'' کے الفاظ پر ہی غور فرما لیا جائے تو کم از کم حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر اس قسم کا الزام لگانے سے تو بچ جاتے ہیں کیونکہ گورنر کی تقرری کا معاملہ کوئی پہلی مرتبہ تو عمل میں نہیں آ رہا تھا بلکہ اس سے پہلے عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم خلافت شیخین رضی اللہ عنہما اور خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ سالہ دورِ خلافت میں بھی حسبِ ضرورت عمل میں آتا رہا کیا کسی ایک گورنر کی تقرری کے موقع پر بھی ''اذا جاء کم......فاقبلوہ'' کے الفاظ سے رعایا کو حکم دیا گیا تھا۔

ڈاکٹر علی محمد، محمد الصلابی لکھتے ہیں کہ:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ گورنروں کے انتخاب کے سلسلہ میں اہل شوریٰ سے مشورہ لینے اور گورنر نامزد کر دینے کے بعد ایک قرارداد تیار کرتے تھے۔ اکثر مؤرخین نے اسے ''معاہدہ تقرری'' کا نام دیا ہے۔ ہم مجازی طور پر اسے ''قراردادِ خلافت'' کا نام دے سکتے ہیں۔

افسران و گورنران کی تقرری کے وقت آپ کے تیار کردہ حلف نامے کی متعدد عبارتیں تاریخی کتابوں میں ملتی ہیں البتہ جس بات پر تقریباً تمام مؤرخین متفق نظر آتے ہیں وہ یہ ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی کو افسر یا گورنر مقرر کرتے تو مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کو گواہ بناتے اور عہدیداروں سے قرارداد میں درج کردہ شرائط کی پابندی کرنے کا عہد لیتے۔ بسا اوقات گورنری کے لیے تجویز کردہ شخص مجلس میں موجود نہ ہوتا تو آپ اس کے نام سے عہد نامہ تیار کرتے اور اسے اس کے پاس بھیج کر حکم دیتے کہ فلاں ریاست میں چلے جاؤ۔ وہاں تمہاری تقرری ہوگئی ہے جیسا کہ بحرین کے گورنر حضرت علاء بن حضرمی کو عہد نامہ ارسال کیا اور حکم دیا کہ بصرہ چلے جاؤ، اب عتبہ کے بعد تم وہاں کے گورنر بنائے جا رہے ہو۔

اسی طرح اگر آپ کسی امیر کو معزول کر کے دوسرے کو اس کی جگہ پر بھیجتے تو نیا امیر سرکاری خط کے ساتھ وہاں جاتا جس میں پہلے امیر کی معزولی اور نئے امیر کی تقرری کا حکم ہوتا جیسا کہ آپ نے جب بصرہ کی گورنری سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو معزول کیا اور ان کی جگہ پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو گورنر بنایا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو اسی طرح کا خط لکھ کر دیا۔''

[سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، شخصیت اور کارنامے، ص ۵۲۲، ۵۲۳]

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے عام گورنروں کی تقرری کا یہ طریق کار موجود تھا اور وہ خود بھی شیخین رضی اللہ عنہما ہی کی سنت پر کاربند تھے۔ تو پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طویل تگ ودو اور مصالحت کے نتیجے میں ایک ''خاص'' گورنر کی

تقرری کے موقع پر یہ احتیاطی تدبیر اختیار نہ کی ہوں گی؟

ظاہر ہے کہ محمد بن ابی بکر کی تقرری کا خط خود ان ہی کو دیا گیا تھا جس پر دیگر شرائط (قراردادِ خلافت کے مطابق) کے علاوہ مصر کے پہلے گورنر کی معزولی کا بھی ذکر تھا اور اس ’’تقرر نامے‘‘ پر بھی گواہان اور خلیفہ کے دستخط نیز مہرِ خلافت بھی ثبت تھی تو پھر سوال یہ ہے کہ جب حضرت مروان رضی اللہ عنہ کا تحریر کردہ خط راستے میں سوال سمیت پکڑ لیا گیا تھا تو نامزد گورنر نے سوار کو ’’زیرِ حراست‘‘ رکھ کر مصر کا رخ کیوں نہ کیا اور مدینہ کیوں واپس آئے؟

اگر وہ مصر کی طرف سفر جاری رکھتے اور وہاں پہنچ کر اپنا تقرر نامہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے سامنے پیش کرتے تو بتایا جائے کہ ’’سابق گورنر‘‘ کے پاس انکار کی کیا گنجائش تھی؟ کیونکہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی طرف سے تیار کردہ ’’فاقتلوہ‘‘ کے حکم پر مشتمل نیا ’’تقرر نامہ‘‘ اونٹنی اور غلام سمیت نئے گورنر محمد بن سعد بن ابی سرح سے اپنے قتل کا اندیشہ آخر کس طرح ہوسکتا تھا؟ کیا یہ تاریخ کا بدترین ’’مکذوبہ‘‘ نہیں ہے؟

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ زیرِ بحث خط کا قصہ ہر اعتبار سے خلافِ واقع، خلافِ حقیقت، لغو، باطل اور سبائیوں کا وضع کردہ ہے۔

☆......☆......☆

ادارہ

مسافرانِ آخرت

☆ مولانا عزیز الرحمٰن خورشید (ملکوال) اور حافظ عبدالرحمٰن علوی (راولپنڈی) کا جواں سال بھانجا ۲۷ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ کو نہر میں نہاتے ہوئے ڈوب کر فوت ہوگیا

☆ ضیغم احرار شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی 24 ر جولائی 2015ء کو لاہور میں انتقال کر گئیں

☆ مجلس احرار اسلام چشتیاں کے کارکن جناب علی اصغر کی والدہ ماجدہ 31 ر جولائی 2015ء جمعرات کی شب رحلت کر گئیں

☆ مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن جناب شیخ احسان اللہ صاحب مرحوم (وزیرآباد)

☆ شیخ محمد حسن لدھیانوی مرحوم کی اہلیہ محترمہ اور شیخ کمال احمد کی والدہ۔ انتقال: 11 راگست 2015ء

☆ مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن ملک یار محمد صاحب (فیصل آباد) انتقال: یکم رمضان المبارک 1436ھ

☆ حافظ غلام محمد ملکوال معروف سندھی بابا، مرحوم سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔

☆ حاجی غلام شبیر کی ہمشیر (تلہ گنگ)　　☆ ساجد مقصود (پنڈ سلطانی) کے چچا محمد ارشد مرحوم

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام فرمائیں (ادارہ)